حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ

ماہنامہ

آبِ حیات

لاہور

جلد ⑳ شمارہ ⑥ جون ۲۰۲۰ء

زیر نگرانی

حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدوٹی عباسی

مہتمم دارالقرآن جامعہ علیوٹ مری

مدیر اعلیٰ

مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی

خلیفہ مجاز

پیر طریقت عارفِ وقت حضرت اقدس شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ 350 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

ماہ نامہ آب حیات لاہور

جون ۲۰۲۰ء

اِدَارَہ آب حَیَات کی عَاجزَانَہ خِدمَات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے، جو گزشتہ دودہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہاہے، یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے، ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ تحفہ خواتین، ماہ نامہ شان دار، ماہ نامہ صدائے جمعیت، شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہورہے ہیں، ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاءاللہ اپنا فیضان عام کرے گا، ادارہ کے حسابات باقاعدہ منظور شدہ آڈیٹر سے آڈٹ ہوتے ہیں۔



مشہور ویب سائٹ انڈی پینڈنٹ میں ایک تحقیق شائع ہوئی ہے، جس کے مندرجات ملاحظہ کرتے ہوئے انسان کسی نہ کسی نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ آخر یہ آناًفاناً کیا ہو گیا کہ پوری دنیا کا پہیہ جام کر دیا گیا، ہوائی جہازوں کی اڑانیں بند کر دی گئیں، دنیا میں ریلوے نظام مفلوج کر دیا گیا، بسیں اور ٹریفک عوامی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لیجانے کے لیے استعمال نہیں ہو رہی، دنیا بھر میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں مختلف قسم کی پابندیاں عائد کر دی گئیں، دنیا کے بیشتر ممالک میں موذنین اذانوں میں حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح،آؤ نماز کی طرف،آؤ کامیابی کی طرف کی بجائے صلوا فی بیوتکم کی صدا بلند کر رہے ہیں، جس میں یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ نمازیں اپنے گھروں میں ہی پڑھ لو۔

مکہ اور مدینہ کی چھوٹی مساجد کے علاوہ بڑی مساجد مسجد نبوی شریف اور مسجد الحرام اس وائرس کے پھیلاؤ کے ابتدائی ایام سے بند ہیں، چند لوگ جو یہاں ان مساجد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں انہی کو نمازیں ادا کرنے کی اجازت ہے، ورنہ مکہ اور مدینہ میں کرفیو کا سماں ہے، لوگ گھروں، کوارٹروں، کمروں اور اپنی

رہائش گاہوں میں بند ہیں، خلیج کے کئی ممالک میں گھر سے باہر نکلنے کے لیے پرمٹ لیناپڑتا ہے۔

مکہ اور مدینہ سمیت دنیا بھر کی مساجد سے قالین اٹھوادیے گئے ہیں، نبی کریم ﷺ جن صفوں کو سیدھا رکھنے اور صفوں کے درمیان سے خالی جگہ کوپر کرنے کی ہدایات دیتے تھے انہیں ہوا میں اڑاکرر کھ دیا گیا ہے، فاصلے پر وقفے وقفے سے نمازی کھڑے کیے جاتے ہیں، صفوں کے درمیان فاصلہ ہے، نمازیوں کے درمیان فاصلہ ہے، معتمرین پر پابندی ہے۔

اعلان کیا گیا کہ مسجدوں کی قالینوں میں وائرس ہے، جراثیم ہیں، مکہ کی مسجدالحرام کے قالینوں میں جراثیم ہیں، وہاں الماریوں اور ریکوں میں رکھے قرآن کریم کے نسخوں میں جراثیم ہیں، انسانوں سے انسانوں میں منتقل ہونے والے کرونا وائرس کی خطرناکی و وحشت ناکی کا عالم یہ ہے کہ کوئی انسان کسی انسان کو ہاتھ نہیں ملاسکتا، منہ اور ناک پر ماسک کے سوا کہیں گھوم پھر نہیں سکتا، بار بار بیس بیس سیکنڈ تک ہاتھ دھونے کی ہدایات دی جارہی ہیں۔

کسی ہندو، کسی عیسائی، کسی یہودی، کسی آریہ سماج، کسی بدھ مت اور دنیا کے کسی مذہب پر اس کی عبادت گاہوں میں جانے اور یہ کچھ کرنے کی پابندی بالکل عائد نہیں کی گئی، صرف اور صرف ایک مسلمان ایسے مظلوم، مجبور اور مقہور واقع ہوئے ہیں کہ ان کے ہاتھ ملانے سے جراثیم پھیلتے ہیں، ان کی پیشانی جس قالین پر سجدہ ریز ہوتی ہے وہاں جراثیم ہیں، یہ جس مسجد میں، جس سجدہ گاہ پر اپنی جبین نیاز بارگاہ خداوندی میں ٹیکتا ہے وہاں جراثیم پھیلتے ہیں، اسی لیے تو دنیا بھر کی مساجد سے کارپٹ اٹھوادیے گئے ہیں، ان میں کلورین کے محلول سے سپرے کرنے کے احکامات جاری کیے گئے

ہیں، مسلمانوں کے محترم ومکرم نبی حضرت مصطفےٰ ﷺ کی مسجد اور آپ ﷺ کے روضہ کی جالیوں میں جراثیم کا شوشہ چھوڑا گیا ہے۔

میں نے ماہ نامہ آب حیات اپریل ۲۰۲۰ء کے شمارے میں کرونا وائرس سے دنیا میں پیدا ہونے والی ہلچل کا ذکر کیا تھا، اور پروگرام یہی تھا کہ آئندہ شمارے میں مزید ذکر کروں گا مگر اب دنیا بھر میں ایک ایسی افراتفری پیدا ہو چکی ہے کہ لکھنے والا کہاں سے لکھنا شروع کرے اور کہاں سے نہ کرے، عجیب سماں بن گیا ہے۔

مارچ ۲۰۲۰ء کے وسط سے وطن عزیز پاکستان میں لاک ڈاؤن ہے، لاک ڈاؤن کی ہمارے حکمرانوں نے قسمیں بھی متعارف کروادی ہیں، کہیں مکمل لاک ڈاؤن، کہیں پارشل لاک ڈاؤن اور کہیں سمارٹ لاک ڈاؤن، ہر چیز بند کر دی گئی ہے، ہوائی جہاز شروع شروع میں مکمل بند کر دیے گئے تھے، پھر کچھ کچھ نرمی پیدا کی گئی، خصوصی پروازوں کے ذریعے دنیا بھر میں پھنسے لوگوں کو قسط وار پاکستان میں لایا گیا، ریلوے نظام مکمل طور پر بند ہے، مسافر جہاں ہیں وہیں قید وبند ہیں، کہیں آنے جانے کی سہولت نہیں ہے، ذاتی اور نجی سواریوں کے مالکان البتہ مستثنیٰ ہیں، وہ آاور جارہے ہیں، مگر عوام کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک لانے اور لیجانے کا نظام آج ۱۰ مئی ۲۰۲۰ کے ان موجودہ لمحات تک مفلوج ہے۔

بین الصوبائی رابطے ختم ہیں، بین الاضلاعی رابطے منقطع ہیں، کاروبار زندگی معطل ہے، دکانیں بند ہیں، مارکیٹیں بند ہیں، شاپنگ مالز بند ہیں، پلازے بند ہیں، پرنٹنگ پریس بند ہیں، اردو بازار بند ہے، آپ یہ بات پڑھ کر حیران ہوں گے گزشتہ بیس سالوں میں یہ پہلا موقع ہے کہ ماہ نامہ آب حیات اپریل میں بھی شائع نہیں ہوا، مئی کی آج ۱۰ تاریخ ہے ابھی بھی کوئی ایسی صورت دکھائی نہیں دے رہی کہ مئی

کا شمارہ بھی اپنے وقت پر شائع ہو گا، کیونکہ ابھی تک لاک ڈاؤن اس طرح نہیں ختم کیا گیا جس طرح ہم امید رکھ رہے تھے۔

میرا شروع دن سے کرونا وائرس کے حوالے سے یہی خیال تھا کہ یہ کوئی سازش ہے، مگر افراتفری اور پریشان کن حالات دیکھ کر پھر کبھی کبھار خیال آتا تھا کہ ہو سکتا ہے یہ سازش نہ ہو، مگر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ میرا یقین پختہ ہوتا چلا گیا کہ کرونا کے نام پر عالمی سطح پر بہت بڑی سازش کی جارہی ہے، اس پر مختلف آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں، اور الحمد للہ اب تو کرونا سازش کے خلاف ہر شخص میں ہمت پیدا ہو رہی ہے۔

کرونا سازش

انڈی پینڈنٹ ویب سائٹ سے اس سازش کو بے نقاب کرنے پر ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں۔ مقالہ نگار لکھتا ہے چند سازشوں سے بات شروع کرتے ہیں، چین الزام لگاتا ہے کہ امریکی ملٹری ایتھلیٹس ووہان آئے اور ان کے جاتے ہی یہ پراسرار وبا وہاں پھیل گئی۔

روس کہتا ہے کہ ہانگ کانگ کے مظاہروں سے نمٹنے کے لیے چین اور ساؤتھ کوریا نے یہ بائیولوجیکل ہتھیار استعمال کیا، نو مارچ کو سابق ایرانی صدر محمود احمدی نژاد اقوام متحدہ کو خط لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لیبارٹری میں تیار شدہ ہتھیار ہے اور اسے دنیا کے چند بڑے ملک باقی سب پہ اپنا قابو پانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں، ان سے پہلے ایرانی رہنما امریکہ پہ الزام لگا چکے ہیں کہ قم سے کورونا پھیلنے کے معاملے کو جان بوجھ کر ہائی لائٹ کیا گیا تاکہ اس کا تقدس قائم نہ رہ سکے اور آخر یہ سب کچھ کمانڈر قاسم سلیمانی کی ہلاکت کے بعد کیوں ہو رہا ہے۔

ویکسین کی فروخت

کچھ ممالک کہتے ہیں کہ سوائن فلو، سارس اور کورونا اسی لیے لائے گئے تاکہ ان کی ویکسین دھڑادھڑ بک سکے، اسرائیل میں ویکسین کی تیاری آخری مراحل کی جانب ہے، ایرانی رہنماؤں کے مطابق اس کے حلال ہونے پہ بھی سوال ہے اور ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ اس ویکسین میں ایسی مائیکروچپ ہوگی جو ہر بندے کے جسم میں انسٹال ہونے کے بعد بل گیٹس پوری دنیا کا ڈیٹا اپنے قابو میں کرلے گا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں چین نے یہ وائرس کینیڈا کی ایک وائرالوجی لیبارٹری سے چرایا ہے، ۲۰۱۹ء میں ہی اس کے بارے میں کافی لے دے ہو چکی ہے، انگریزوں اور بل گیٹس کی جانب سے دنیا کی آبادی کنٹرول میں لانے کا ایک طریقہ بھی اسے کہا گیا۔

اصل کہانی شروع ہوتی ہے ایک ویڈیو گیم سے اور ۲۰۱۵ء میں کی گئی ایک تقریر سے، آپ لوگوں نے کبھی ریزیڈنٹ ایول کھیلی ہے؟ کوئی بات نہیں، ننانوے فیصد نے ہو سکتا ہے نہ کھیلی ہو۔ ۱۹۹۳ء میں جاپان کے ایک ادارے کیپکام کا مالک اپنے ملازموں کو حکم دیتا ہے کہ ایک ویڈیو گیم تیار کرنی ہے جس کا نام بائیوہیزرڈ ہوگا، اس ویڈیو گیم میں ایک دواساز ادارہ ہوتا ہے جو ۱۹۶۸ء میں برطانیہ کے ایڈورڈ ایشفورڈ اور آسویل سپینسر نے بنایا ہوتا ہے۔

یہ ایک لمیٹڈ کمپنی ہوتی ہے جو میک اپ کا سامان، صابن اور مختلف چیزیں بناتی ہے لیکن انڈر گراؤنڈ اس کا سارا دھندہ جینیٹک انجنیئر نگ پہ چلتا ہے، یہ خفیہ طور پر ایسے ہتھیار بناتے ہیں جنہیں آپ بائیو آرگینک کہہ سکتے ہیں، یعنی ان کا سارا کام جراثیم کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا ہوتا ہے، ان کی سب سے بڑی لیبارٹری

راکوون میں ہوتی ہے، یہ اچانک ایک دن دنیا کا سب سے خطرناک جراثیم تیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لیتے ہیں، وہ جرثومہ زندہ انسانوں سمیت ان لوگوں پہ بھی اثرانداز ہوسکتا ہے جو تین چار گھنٹے پہلے مرے ہوں،اس کا نام ٹی، وائرس ہوتا ہے۔

وائرس ایک دن حادثاتی طور پہ لیک ہو جاتا ہے اور وہیں راکوون لیبارٹری میں کام کرنے والوں سے ہوتا ہوا دنیا بھر میں پھیل جاتا ہے، یہ وائرس انسانوں کو خوفناک بلازومبی میں تبدیل کر دیتا ہے،امریکہ اس لیبارٹری کے تمام اثاثے بین الاقوامی طور پہ منجمد کر دیتا ہے، بعد میں وہ شہر بھی تباہ کر دیا جاتا ہے لیکن اب کام پورا ہو چکا ہے، ٹی وائرس پوری دنیا میں پھیل چکا ہے، پھر دکھاتے ہیں کہ اسی لیبارٹری کے سائنسدانوں میں سے ایک ٹی وائرس کی ویکسین ایجاد کرتا ہے جس کے بعد اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے، لیکن اس ویڈیو گیم کو بائیو ہیزرڈ کا نام نہیں الاٹ ہوتا، کیا پس پردہ ایلومیناٹی تھی؟ وہ گیم آخر ریزیڈینٹ ایول کہلاتی ہے۔

ویڈیو گیم میں آپ پھران زومبی لوگوں کو مارتے ہیں،ان سے خود کو بچاتے ہیں اور بس اس طرح سارا معاملہ آگے بڑھتا ہے، یادرہے کہ یہ وائرس اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ کسی کے قریب جانے سے بھی لگ جاتا ہے اور گیم میں آپ کا ایک چانس مر جاتا ہے، یہ وائرس جس لیبارٹری میں بنا تھا اس کا نام تھا امبریلا کارپوریشن۔ امبریلا لیبارٹری کا سلوگن تھا "ہمارا کاروبار زندگی ہے" ان کا ایک مخصوص نشان بھی تھا۔ چار تکونیں سرخ تھیں اور چار گرے سے رنگ کی سفید۔ آٹھ تکونیں آپس میں مل کر ایک پھول بنا دیتی تھیں۔ یہاں بھولیے مت کہ صیہونیوں کے نشان سٹار آف ڈیوڈ میں بھی آٹھ تکونیں ہوتی ہیں۔

جو گیم آپ بھگت رہے ہیں وہ اب شروع ہوتی ہے، چین میں جس لیبارٹری پہ کورونا پھیلانے کا شک ہے اس کا بھی عین ایسا ہی نشان ہے، جی ہاں، صرف اس کی چار

تکونیں سرخ کی جگہ سفید ہیں، آر ایل ایس ڈبلیو لیبارٹری کا نشان وہی امبریلا کارپوریشن جیسا آخر کیوں ہے؟ کیوں کوروناوائرس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آپ کے جسم میں داخل ہوتے ساتھ آپ کے مدافعتی نظام میں ٹی سیلز پہ حملہ آور ہوتا ہے؟ یاد آیا ٹی وائرس؟ کیوں راکوون کے ایک دو حرف آگے پیچھے کریں تو کورونا بن جاتا ہے؟ انگریزی میں بھی Racoon کے لفظ آگے پیچھے کریں تو Corona بن جاتا ہے۔ یہ کوئی خفیہ جنگی ہتھیار ہے یا اتفاقیہ بنایا گیا جراثیم ہے یا قدرتی طور پہ شروع سے پایا جاتا تھا، فیصلہ آپ خود کریں، لیکن پہلے سے تھا تو کبھی کسی جانور کو آج تک کورونا کیوں نہیں ہوا؟

سب سے اہم بات جو آپ سے چھپائی گئی ہے، جو میڈیا آپ کے سامنے نہیں لاتا وہ ۲۰۱۵ء میں کی گئی بل گیٹس کی ایک تقریر ہے، بل گیٹس نے اس تقریر میں دنیا کو وارننگ دی تھی کہ ایک ایسا ہلاکت خیز وائرس آنے والا ہے جو کسی جنگ سے بھی زیادہ دنیا بھر میں تباہی مچائے گا، اب کیا یہ تقریر بھی محض اتفاق تھی؟ کریں سرچ گوگل پر، لکھا ہوا ہے، مل جائے گا، اور یہ بھی ڈھونڈ لیں کہ خود بل گیٹس ویکسین بنانے والوں کو کتنے ارب ڈالر دیتا ہے۔

ایک انسان جو ونڈوز ۹۵ بنانے کے بعد کمپیوٹر وائرسوں سے کھیلتا کھیلتا اصلی وائرس کی دنیا میں آ گیا وہ ۲۰۱۵ء کی اس ٹیڈ ٹاک میں آخر کیسے بالکل کروناوائرس جیسی تصویر اپنی تقریر کے عین شروع میں دکھا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ دنیا کو ایک ایسی وبا کا سامنا ہو سکتا ہے جس میں ہلاکتیں بہت ہی زیادہ ہوں؟ وہ آٹھ منٹ کی تقریر کوروناوائرس میں پھنسی آج کی دنیا کا ایک ٹریلر ہے۔

آپ یوٹیوب پہ دیکھیں کہ اس کی پبلشنگ ڈیٹ ۲۰۱۵ء ہے اور وہ جو بھی بات کر رہا ہے اس میں سے کوئی ایک ایسی نہیں جو آج ریلیونٹ نہ ہو۔ آخر میں وہ پھر وارننگ دیتا ہے کہ دنیا ہرگز اس کے لیے تیار نہیں ہے، یہ سب کیا ہے؟ اس ویڈیو کو دیکھنے کے بعد بل گیٹس آپ کو موت کا فرشتہ لگنے لگ جاتا ہے۔

یہ سارے حسین اتفاق ایک کے بعد ایک کیوں ہو رہے ہیں؟ ویڈیو گیم میں ساری چیزیں ٹھیک ٹھیک دکھانا، بل گیٹس کی تقریر ہونا اور پھر دنیا بھر میں کورونا وائرس کا پھیل جانا اور میڈیا کا بڑھ چڑھ کے اس کا خوف پیدا کرنا؟ (انڈی پینڈنٹ)

مقالہ نگار کے خیالات میں اس وقت مزید پختگی آجاتی ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس ساری گیم کے پس پردہ کہیں اسرائیلی اور صہیونی دماغ تو کام نہیں کر رہا ہے، کہیں اس کرونا کی آڑ میں اسرائیل اپنی درون خانہ سازشوں کو تو پروان نہیں چڑھا رہا، کہیں عالمی دنیا باقی ممالک اور اسلامی دنیا کو افراتفری میں مبتلا کر کے صہیونی یہودیوں کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں ممدو معاون تو نہیں بن رہے۔

ویب سائٹ کا مقالہ نگار اس خدشے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے اسرائیل میں آج تک کتنی اموات ہوئیں، ٹوٹل دو سو؟ وہاں مارکیٹیں بھی کھل گئیں، کیسے؟ کیا وہاں بھی کورونا کی یہی دہشت ہے؟ امریکہ کیوں پورے ملک میں اندھا دھند لاک ڈاؤن نہیں کر رہا؟

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ ہر روز چین، ایران اور عالمی ادارہ صحت پہ چڑھائی کیوں کر دیتا ہے؟ وہ اسرائیل پہ اس کا الزام کیوں نہیں لگاتا؟ کیا اسرائیل میں عبادت خانے بند ہوئے؟ وہاں ویکسین اتنی جلدی کیسے تیار ہو رہی ہے؟ کیا صیہونیوں نے ہماری طرح گھروں میں بیٹھ کر سب عبادتیں شروع کر دیں؟ دوسری طرف ایران

نے ساری کرونا ایمرجنسی اور ہلاکتوں کے باوجود اپنا پہلا سیٹلائٹ خلا میں بھیج دیا، اگر اتنی اموات ہو رہی ہیں تو ایسی ایمرجنسی اور دہشت کے دنوں میں عوامی پیسہ خرچ کر کے سیٹلائٹ کی تیاری، بجٹ وہ سب کہاں سے آیا؟(انڈی پینڈنٹ اردو)

انسانیت کا دشمن بل گیٹس

امریکی جنرل ڈاکٹر جیروم ایڈمز نے بل گیٹس کو دھوکے باز قرار دیا، روزنامہ امت نے اپنی ۲۰اپریل ۲۰۲۰ء کی اشاعت میں واشنگٹن سے نمائندہ امت کے حوالے سے ایک خبر شائع کی ہے، جس میں بتایا گیا کہ امریکی جنرل نے بل گیٹس کو دھوکے باز قرار دیا اور کہا کہ کرونا سے زیادہ اموات نہیں ہوئیں، بل گیٹس ویکسین بیچنے کے لیے کرونا کے مبالغہ آمیز اعداد و شمار پیش کرتا رہا، امریکہ کے سرجن جنرل ڈاکٹر جیروم ایڈمز نے کہا ہے کہ بل گیٹس عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) اور صحت عامہ کے امریکی ادارے (سی ڈی سی) کے ذریعے کرونا کے نام پر دھوکے بازی کرتا رہا، لیکن اب ہم نے اس جعلی سسٹم پر انحصار ختم کر دیا ہے جس سے کرونا کے حقیقی اعداد و شمار سامنے آ رہے ہیں۔

اور اب انہی کو مد نظر رکھ کر امریکہ کو کھولنے کا فیصلہ کیا جائے گا، سرجن جنرل کے مطابق بل گیٹس ڈبلیو ایچ او کے ذریعے کرونا وائرس کی علامات اور تشخیص کے جو اعداد و شمار ظاہر کر رہا تھا وہ سب جھوٹ نکلے ہیں، اعداد و شمار جعلی تھے، طریقہ کار بھی غلط ہے لہذا امریکہ نے اب بل گیٹس کے سسٹم کو بیکار قرار دے دیا ہے، اور اب ہم اصل ڈیٹا کے ذریعے آگے بڑھ رہے ہیں، اس سے مئی اور جون میں پورا امریکہ وبا پر قابو پا کر کھل جائے گا جب کہ دیگر علاقے بھی وقت کے ساتھ ساتھ کھلتے جائیں گے، بل گیٹس کے جعلی سسٹم کے تحت اگست تک کھل پاتا۔

روزنامہ امت لکھتا ہے کہ یاد رہے ڈاکٹر جیروم ایڈمز کے اس انکشاف کے بعد ہی امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بل گیٹس کے سسٹم کو ترک کرنے اور ڈبلیو ایچ او کی فنڈنگ بند کرنے کا اعلان بھی کیا تاہم بدقسمتی سے پاکستانی حکومت سمیت دنیا کے بہت سارے ممالک اب بھی اسی بل گیٹس اور ڈبلیو ایچ او کے اعداد و شمار اور جعلی پیشین گوئی پر چل رہی ہے، ڈاکٹر جیروم ایڈمز نے جنوبی کوریا اور سنگاپور کے قدامات کو سراہا کہ انہوں نے صرف سرحدیں فوری طور پر بند کر دیں جب کہ اندرونی مکمل لاک ڈاؤن نہیں کیا۔ (روزنامہ امت ۲۰ اپریل ۲۰۲۰)

پاکستانی صحافی اور ٹی وی اینکر نجم ولی خان اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں

ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ بل گیٹس اینڈ ملینڈا گیٹس فاؤنڈیشن کورونا کی ویکسین لا رہی ہے اور گوگل بتاتا ہے کہ اس وقت ڈبلیو ایچ او کو پینتالیس فیصد فنڈ بل گیٹس کی یہی فاونڈیشن فراہم کر رہی ہے اور اس کے بعد جرمنی بارہ فیصد، یوکے سات فیصد اور جاپان، کوریا چھ، چھ فیصد دیتے ہیں۔ کچھ سمجھ آیا یا مزید کچھ بتایا جائے؟

چلیں، سازشی تھیوریوں میں مزید بہت کچھ ہے۔ ڈبلیو ایچ او کی طرف سے لاک ڈاوٗن پر اصرار کر کے اتنا خوف اس وجہ سے پھیلایا جا رہا ہے تاکہ دنیا کے ہر ملک کا ہر شہری یہ ویکسین پینے پر مجبور ہو جائے۔ بل گیٹس نے جوانی میں کمپیوٹر انڈسٹری میں سرمایہ کاری کی اور اب وہ مزید تجربہ کار ہو کر اس سے بڑے منافعے کے لئے فارماسیوٹیکل انڈسٹری میں آ گیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ یہ ویکسین صرف ویکسین نہیں ہو گی بلکہ یہ دنیا بھر کے انسانوں کا ڈی این اے کنڑول کرے گی، اس کے ذریعے لوگوں کی سوچ تک کو کنڑول کیا جائے گا۔ (روزنامہ نئی بات)

یوں رفتہ رفتہ اب صحافی لوگ بھی سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ کرونا کی آڑ میں کس طرح گھناؤنی سازش کی گئی ہے اور لوگوں کو بے وقوف بنایا گیا ہے۔

اللہ سے تعلق ختم کرنے کی عالمگیر شر انگیزی

بعض جانکاروں اور باخبر لوگوں نے بل گیٹس کی انسانیت دشمنی کو امت مسلمہ کے خلاف گہری سازش قرار دیا ہے، اس وقت میرے سامنے ایک اخباری تراشا پڑا ہوا ہے، جس میں بل گیٹس کی رنگین تصویر ہے، وہ اپنی ناک پر عینک لگائے ہوئے ہے، سر کے نیم سفید بال بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے آدھے ماتھے کو ڈھانپے ہوئے ہیں، جب کہ اس کے دندان ہنسی کے انداز میں دکھائی دے رہے ہیں، اس مضمون کی شہ سرخی میں یہی الفاظ ہیں کہ امت مسلمہ کے خلاف گہری سازش، جب کہ ذیلی سرخی میں ہے کہ ہم مسلمانوں کے دماغ سے خدا پر مرمٹنے کی قدرت قوت نکالیں گے، بل گیٹس کی گفتگو منظر عام پر، اس اخباری تراشے کے مطابق الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

بل گیٹس کا ایک اہم اجلاس (میٹنگ) کا وڈیو جس کا منظر عام پر آنا اللہ کی مدد اور عالم اسلام کے لیے لمحہ فکریہ ہے، بل گیٹس اپنے خصوصی حواریوں اور عالمی قوتوں کے اہم نمائندوں وسائنسدانوں پر مشتمل ٹیم کو بریف کرتا ہے کہ انسان میں خدا سے تعلق بنائے رکھنے اور خدا کے نام پر مرمٹنے کی جو قدرتی قوت(Gene) ہوتی ہے ہم ویکسین کے ذریعے اسے آسانی سے ختم کر سکتے ہیں تاکہ انسان ایک عام نارمل جانور بن جائے اور خدا سے اس کا تعلق کمزور تر ہو کر ختم ہو جائے۔

اس اہم اجلاس میں بل گیٹس عالمی قوتوں کے اہم نمائندوں کو مزید تفصیلات بتاتا ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ہر انسان میں دو مختلف جین (Gene) ہوتی ہیں، ایک خدائی جین، دوسری نارمل جین، خدائی جین والے لوگ مذہبی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں، جذباتی بھی ہوتے ہیں اور جہادی بھی ہوتے ہیں جب کہ اس

کے برعکس عام جین والے لوگ جیو اور جینے دو یا انسانیت سب سے بڑا مذہب ہے کے نظریے پر یقین رکھتے ہیں، یعنی یہ لوگ بس کھاؤ پیو دنیا انجوائے کرو اور محدود بچے پیدا کر کے مر جاؤ والے فلسفے پر چلتے ہیں اور اس ہدف میں ہمیں بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

اس وقت کرونا وائرس کا ہوا اور خوف جس طرح دنیا میں پھیلایا جارہا ہے اس سے بل گیٹس کے خطرناک عزائم مزید کھل کر سامنے آرہے ہیں کہ پہلے وائرس پھیلاؤ پھر انسانیت کش ویکسین منظر عام پر لاؤ۔



عالمی ڈاکو اور لٹیرے

کالم نگار جناب نفیس صدیقی نے تحریر کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی دنیا میں یہ ممکن ہی نہیں کہ خطرناک بیماریوں کا وائرس پھیلانا عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ نہ ہو، کیونکہ بعض تاریخی واقعات اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دنیا کے کچھ ملکوں میں جان بوجھ کر خطرناک وائرس پھیلایا گیا اور اس وائرس کے ذریعے نہ صرف نسل کشی کی گئی۔

اس ملک کی معیشت کو تباہ کیا گیا بلکہ اس وائرس کو کنٹرول کرنے کیلئے بعض کثیر القومی کمپنیوں نے دوائیں بیچ کر اس ملک کی دولت لوٹی اور دیگر کثیر القومی کمپنیوں نے دیگر طریقوں سے اس ملک کے وسائل کی بے دریغ لوٹ مار کی۔

اسے ''بائیو وار فیئر'' یا حیاتیاتی جنگ کا نام دیا جاتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں ۱۹۶۰ء اور ۱۹۸۰ء کے عشرے کے دوران بڑے پیمانے پر ایڈز وائرس پھیلنے کے اسباب پر اب زیادہ تر ماہرین اور دانشور متفق ہیں کہ افریقہ کی ہیرے، جواہرات اور سونے کی کانوں پر قبضہ کرنے کیلئے یہ خطرناک وائرس پھیلایا گیا۔

کثیر القومی فارما سیوٹیکل کمپنیوں نے نہ صرف دوائیں مہنگی فروخت کر کے دولت سمیٹی بلکہ دیگر سامراجی کمپنیوں نے وہاں کے لوگوں کو ایڈز میں الجھا کر ان کے ہیرے، جواہرات اور سونا اپنے تصرف میں لیا۔

کرونا وائرس کی آڑ میں عالمی سطح پر جو گھناؤنا کھیل کھیلا جارہا ہے اس کا درست انکشاف تو آنے والا کوئی مؤرخ اور سچ کہنے والا لکھے گا، خود اس گھناؤنے جرم میں مبتلا لوگ بھی مرور وقت کے ساتھ میڈیا ٹاک میں، یا اپنی تحریروں میں راز سربستہ سے نقاب سرکائیں گے تو پتا چلے گا کہ ان انسانیت دشمنوں نے ایک وائرس کی آڑ میں انسانیت کے ساتھ کس طرح کا کھلواڑ کیا ہے۔

ہمیں تو یہاں پاکستان میں واضح کھلواڑ دکھائی دے رہا ہے، یہاں پاکستان بھر کے ہسپتالوں میں گویا ایک ایمرجنسی نافذ ہے، اس کے علاوہ شہر کے مختلف علاقوں میں طبّی جیلیں قائم کی گئی ہیں، جن کو کورونٹائن یا قرنطینہ کا نام دیا گیا ہے، جہاں کرونا بتا کر لیجایا جاتا ہے اور پھر اللہ ہی کسی کو اپنی قدرت کاملہ سے بسلامت روح و جان واپس لے کر آئے ورنہ جتنے بھی لوگوں کی ہم تک معلومات پہنچی ہیں وہ قرنطینہ میں بلاوجہ موت کے منہ میں دھکیلے گئے ہیں۔



ہمارے ہم درس، ہم سبق، شعلہ نوا خطیب، مقرر شیریں بیان مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا تعلق مانسہرہ سے تھا، وہ کوئٹہ گئے اور واپسی پر انہیں ہلکا سا بخار ہوا، چیک کرانے پر انہیں بتایا گیا کہ آپ کا کرونا مثبت آگیا ہے، جس پر ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو آئسولیٹ کرنا ہے، کیا آپ کے پاس گھر میں تنہائی کا کمرہ دستیاب ہو سکتا ہے، انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے، چنانچہ انہیں گھر میں ہی قرنطینہ کر دیا گیا، بعد ازاں

ان کی طبیعت بحال ہوئی،انہوں نے اپنے ویڈیو پیغام میں اپنے چاہنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کی تشویش کے ازالہ کی خاطر بتایا کہ وہ اب ٹھیک ہیں،اس کے باوجود انہیں قرنطینہ لیجایا گیا، جہاں واللہ اعلم انہیں کون سی دوائی پلائی یا چڑھائی گئی کہ ان کے جسم کی اندرونی دنیا گویا موت کے منہ میں چلی گئی،اندرون ختم ہو گیا۔

ان کے کسی عزیز رشتہ دار کو قرنطینہ میں نہیں جانے دیا گیا، جب طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی تو انہیں مانسہرہ کے ایک ہسپتال میں آئی سی یو وارڈ میں لیجایا گیا، جہاں ان کے عزیزوں کو عام آنے جانے کی اجازت تھی،حالانکہ آئی سی یو وارڈ میں مریض کے لواحقین یا تیمارداری کرنے کے لیے ایک سے زیادہ آدمیوں کی اجازت کسی ہسپتال میں نہیں ہوتی، یہاں ان کے عزیزوں کے کان میں کسی نے کہا کہ آپ کا بھائی تو اندر سے ختم ہو چکا ہے، پھر شاہ عبدالعزیز نے خود اپنے بھائی سے کہا کہ ان لوگوں نے قرنطینہ میں میرے ساتھ بہت ظلم کیا ہے، میں اگر اٹھ کھڑا ہوا تو ان سے انتقام لوں گا، اگر فوت ہو گیا تو آپ لوگوں نے ان سے انتقام لینا ہے۔

شاہ عبدالعزیز اللہ کو پیارے ہوگئے،سوشل میڈیا کے ذریعے جنگل کی آگ کی طرح ان کی وفات کی خبر پوری دنیا میں پہنچ گئی،مولانا کے لواحقین اور متعلقین نے بڑی جرأت کے ساتھ اعلان کیا کہ انہیں مولانا کا جنازہ پاک کرنے کی اجازت دی جائے،انہیں مولانا کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی جائے، چنانچہ بڑے اعزاز کے ساتھ جمِ غفیر نے مولانا کا جنازہ پڑھا،اور انہیں ہمیشہ کے لیے سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مفتی کفایت اللہ کو کرونا شہید بنانے کی سازش

شاہ عبدالعزیز شہید مرحوم کے جنازہ کی ادائی کے بعد راستہ میں شیر سرحد مفتی کفایت اللہ صاحب راہنما جمعیت علماء اسلام کو خاکی کے مقام سے پولیس نے حراست

میں لیا اور قرنطینہ پہنچادیا، چودہ دن تک مولانا مفتی کفایت اللہ کو قرنطینہ میں رکھا گیا، اس دوران انہیں قرنطینہ میں زبردستی کروناوائرس کا شکار کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، ایبٹ آباد سے دو ڈاکٹر منگوائے گئے، جنہیں یہ ڈیوٹی سونپی گئی کہ وہ مولانا کا کروناچیک کرنے کے بہانے ان کے جسم میں کروناجراثیم منتقل کریں۔

مگر مفتی صاحب نے ان سے واضح طور پر کہا کہ وہ کسی صورت اپنے جسم میں کرونا جراثیم داخل نہیں ہونے دیں گے، اگرآپ لوگوں نے زبردستی یہ حرکت کی تو میں مزاحمت کروں گا، یوں چودہ دن قرنطینہ میں رہنے کے بعد مفتی صاحب کی جان چھوٹی اور عدالتی ضمانت کے بعد مفتی کفایت اللہ صاحب باہر آئے اور استقبالیہ مجمع سے خطاب کے دوران انہوں نے ان خوفناک باتوں کا انکشاف کیا اور لوگوں سے کہا کہ وہ کسی صورت بدمعاشی قبول نہیں کریں گے اور نہ کسی کی بدمعاشی چلنے دیں گے۔

دو معصوم بچوں کا کرونا: میں نے ایک ویڈیو میں ایک جوان باپ کو روتے، دھاڑیں مارتے اور دہائی دیتے ہوئے سنا ہے، جو کرونا کرونا کا رونا رو رہا تھا، وہ اس ظلم و ستم سے پردہ اٹھا رہا تھا جس کے دو معصوم بچوں کو چیکنگ کے بعد ڈاکٹروں نے اعلان کیا کہ ان کا کرونا مثبت آگیا ہے، جب کہ ان کی ماں کا کرونا منفی آیا ہے، یہ بات باعث تعجب تھی کہ ماں جس کے ساتھ وہ بچے ہمہ وقت رہتے ہیں اس کا کرونا منفی اور بچوں کا کیسے مثبت آگیا ہے، چنانچہ یہ کہہ کر زبردستی ان معصوم بچوں کو اپنی ماں سے جدا کرکے قرنطینہ پہنچادیا گیا۔

ایرانی زائرین اور کرونا آمد: ایران میں جمع ہونے والے زائرین کی ایک بہت بڑی تعداد کو تفتان کے راستے پاکستان میں آنے دیا گیا، کہا یہ جارہا ہے کہ ان کو لانے میں پاکستانی وزیراعظم عمران خان کے مشیر خاص زلفی بخاری کا بہت بڑا کردار ہے، ان

کے اشارے پر ان لوگوں کو ملک میں آنے دیا گیا، کسی قسم کا کوئی ٹیسٹ نہیں کیا گیا، یوں ان زائرین میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن میں کرونا تھا۔

تبلیغی جماعتوں پر ظلم و ستم

جب پاکستان میں ایرانی زائرین کی اس طرح آمد پر ہر سمت سے انگشت نمائی کی گئی تو رد عمل کے طور پر تبلیغی جماعت کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا، تبلیغی مراکز میں دھاوے بولے گئے، مراکز بند کروادیے گئے، مختلف مقامات پر موجود تبلیغی جماعتوں کو اسی مقام پر بند کر دیا گیا، مسجدوں میں قرنطینہ کر دیا گیا، کئی جماعتوں کو گھروں کی طرف روانہ کر دیا گیا، پھر وقفے وقفے سے ٹی وی شوز میں، میڈیا پر تبلیغی جماعتوں کو ہدف بنایا گیا، تبلیغی جماعت کی آڑ میں پورے پورے علاقے سیل کر دیے گئے، مراکز کے ارد گرد افراتفری پھیلائی گئی، اس وقت تک جماعتوں کی چلت پھرت پر پابندی ہے، ان کی نیک نامی کا بھی خیال نہیں رکھا گیا، زبردستی ان میں کرونا ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

بھارت میں تو تبلیغی جماعتوں پر ڈنڈے برسائے گئے، نظام الدین والا مرکز مسائل کا شکار ہو گیا، ظلم و ستم کا ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا گیا، تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد سعد کے وارنٹ جاری کر کے پولیس ان کی تلاش میں رہی۔

مساجد کی رونقیں ماند: شاید پوری تاریخ اسلامی میں یہ پہلا موقع تھا کہ مساجد کی رونقیں ماند پڑ گئیں، صدر پاکستان عارف علوی کی زیر صدارت علماء کے اجلاس میں مسجدوں کی آبادی کے لیے ایسے ۲۰ اصول وضع کیے گئے جن کا اسلام اور سنت مصطفے کریم ﷺ سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں تھا، علماء نے بامر مجبوری ان اصولوں کو کڑوی زہریلی گولی سمجھ کر حلق سے نیچا اتار لیا، اگر یہ لوگ ان کڑوی شرائط پر حامی نہ

بھرتے تومسجدوں میں نماز باجماعت، نماز تراویح کسی صورت میں نہیں ہوسکتی تھی۔

جمعہ کے اجتماعات میں صرف پانچ لوگوں کو نماز ادا کرنے کی اجازت دی گئی،ان میں ایک خطیب،ایک امام،ایک موذن،ایک خادم اورایک مسجدانتظامیہ کاکوئی بندہ، پھر مسجدوں سے قالین اٹھانے کی شرط رکھی گئی، مسجدوں میں سپرے کرنے کاحکم دیا گیا۔

اردو تقریرپر پابندی عائد کی گئی، صرف عربی خطبے پر خطیب کواکتفا کرناپڑے گا، جماعت بہت مختصر کرواناہو گی، مسجد میں تراویح کی اجازت دی گئی مگراس شرط پر کہ ایک نمازی سے دوسرے نمازی کے درمیان چھ فٹ کافاصلہ ہوگا، کئی مسجدوں میں انتظامیہ نے بڑے اہتمام سے نشانات لگائے،اگریہ احتیاطی تدابیر نہ کی جاتیں تو کسی صورت مسجدوں میں نمازیں باجماعت اور جمعہ کااہتمام نہ ہوسکتا تھا۔

سندھ میں مراد علی شاہ وزیراعلیٰ ہیں،سندھ جسے باب الاسلام کہا جاتا ہے یوں دکھائی دے رہاہے کہ مراد علی شاہ کی حکومت نے اسلام دشمنی کی قسم کھار کھی ہے، سندھ میں جمعہ کے دن ۱۲ بجے سے لے کر ۳ بجے تک کرفیو کا سماں ہوتا ہے، مسجدوں کی طرف کسی کو نہیں جانے دیا جاتا، ویسے پبلک کی آمدورفت جاری وساری ہے، مگر نمازیوں کو مسجد کی طرف جانے سے روکا جاتاہے، کیونکہ ان کی وجہ سے کروناوائرس پھیلتاہے،انااللہ واناالیہ راجعون

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور کینٹ

۱۱ مئی ۲۰۲۰ء ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ بروز پیر ڈیڑھ بجے دوپہر



سلسلہ روز و شب، تار حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

الفاظ: سلسلہ روز و شب: دن اور رات کا سلسلہ، دن اور رات کی گردش اور تبدیلی کو سلسلہ یعنی زنجیر کہا گیا ہے۔ تار حریر دو رنگ: دو رنگوں (سفید اور سیاہ) والے ریشم کا تار، مراد دن اور رات کی تبدیلی، تار: ڈور، دھاگہ۔ حریر: ریشم۔ تار حریر: ریشم کا تار، حریر دو رنگ: دو رنگوں والا ریشم۔ ذات: ہر شے اور مخلوق کی اصل یہاں مراد ذات باری تعالٰی۔ قبائے صفات: صفات کی قبا، خوبیوں کی پوشاک مراد کمالات کا مجموعہ۔ قبا: پوشاک، ایک قسم کا کوٹ۔ صفات: صفت کی جمع، خوبی، کمال۔

مطلب: دن اور رات کا سلسلہ ریشم کے ایک ایسے تار کی مانند ہے جس کے دو رنگ ہوں، (دن سفیدی اور رات سیاہی کی علامت ہیں) دن اور رات کے سفید اور کالے ڈوروں سے خداوند تعالٰی کی صفات کی پوشاک تیار ہوتی ہے، (دن اور رات ہی میں خدائی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔

سلسلہ روز وشب، سازازل کی فغاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیر وبم ممکنات

الفاظ: سلسلہ روز وشب: دن اور رات کی زنجیر، دن اور رات کی مسلسل تبدیلی۔ ساز ازل: ازل کا ساز، ازل وہ زمانہ ہے جس کی ابتدا نہ ہو، فغاں: فریاد، مراد ہے نغمہ، ذات: مراد ذات خداوندی۔ زیر وبم ممکنات: ممکنات کا زیر وبم، مراد کائنات کے ساز کی دھیمی اور بلند آوازیں۔ زیر: ساز کی دھیمی اور باریک آواز اور بم ساز کی اونچی آواز۔ ممکنات: ممکن کی جمع وہ باتیں جن کا واقع ہونا ممکن ہو، مخلوقات : موجودات۔

مطلب: دن اور رات کا سلسلہ اصل میں ازل کے ساز کا ایک نغمہ ہے جس کی بدولت خداتعالیٰ کی ذات ممکن ہونے والی چیزوں اور مخلوقات کے زیر وبم (پستی اور بلندی) کو ظاہر کرتی ہے (عالم ممکنات میں وقت کے اندر مختلف مخلوقات معرض وجود میں آتی رہتی ہیں)

تشریح: اس شعر میں لیل ونہار کی گردش مسلسل کو ازل کے ساز کی آواز قرار دیا گیا ہے، دوسرے لفظوں میں ازلی ساز سے جو راگ نکل رہا ہے وہ ممکنات اور موجودات کے ظہور کے زیر وبم کی علامت ہے، خداوند تعالیٰ زمانے میں اپنی ازلی صفت تخلیق کی بدولت گوناگوں مخلوقات کو وجود بخشتا رہتا ہے، اس اعتبار سے خداوند تعالیٰ کی لاتعداد صفات حسنہ کا ظہور زمانے میں ہوتا رہتا ہے، غالباً اسی لیے "دہر" کو خدائی صفات کی جلوہ گاہ کہا جاتا ہے، علامہ اقبال نے کئی جگہ اس حدیث کو بیان کیا ہے، جس میں زمان اور خدا کے باہمی گہرے تعلق پر روشنی پڑتی ہے، اس ضمن میں وہ کہتے ہیں

لاتسبوالدھران الدھرھواللہ Timet is a great bleasing.(While it kills and destroys is also expands and brings out the

hidden possibilitie of things. The possibility of change is the greatest asset of man in the present surroundings.(خواجہ غلام السیدین کے نام خط مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳٦ء)

وہ اپنی ایک فارسی نظم" الوقت سیف" میں زندگی اور زمان کے باہمی ربط کو بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں،وہ فرماتے ہیں

این وآں پیدا است از رفتار وقت
زندگی سرے است از اسرار وقت
زندگی از دہر و دہر از زندگی است
لاتسبوالدھر فرمان نبی است (اسرار خودی ص ۷۲)

کائنات کی تمام چیزیں وقت کی رفتار سے پیدا ہوتی ہیں،زندگی وقت کے رازوں میں سے ایک راز ہے،زندگی زمانے سے اور زمانہ زندگی سے جنم لیتے ہیں،نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ وقت کو برا مت کہو۔

سازازل کی نغماں: شاعر نے ازل کو ایک ایسے ساز سے تشبیہ دی ہے جو دن اور رات کے تسلسل کے ذریعے اپنا راگ الاپتا ہے،خداوند تعالیٰ نے روز ازل ہی سے دنیا میں آئندہ رونما ہونے والے واقعات اور ممکنات کا لائحہ عمل تیار کر لیا تھا وہ اپنے ازلی پروگرام کے مطابق کائنات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے اور ہر لمحہ نئی شان میں جلوہ گر ہورہا ہے،یہ دنیا کوئی میکانکی عمل نہیں بلکہ خدا اب بھی اپنی تخلیقی صفت کی بدولت اسے ارتقائی مراحل سے گزار رہا ہے،گویا کہ اس ازلی ساز سے وقت کا نغمہ بلند کیا گیا تھا اس ساز کے نغمے کبھی بلند ہوتے ہیں اور وہ کبھی دھیمی آواز میں سنائی دیتے ہیں،اس کے بلند نغمے یعنی خارجی مظاہر سب پر عیاں ہیں مگر اس کے نیچے اور دھیمے سروں کو سننے کے لیے مخصوص کان درکار ہیں،ایک شاعر نے کیا خوب کہا تھا

زندگی کا ساز بھی کیا ساز ہے؟
بج رہا ہے اور بے آواز ہے

ساز سے کبھی نغمے بلند ہوتے ہیں اور کبھی آہستہ ،دوسرے لفظوں میں خارجی مظاہر قدرت کبھی واضح اور کبھی غیر واضح انداز میں پیش ہوتے ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ ساز میں ایسے نغمے بھی ہوتے ہیں جو ظاہر نہیں ہوتے؟ خدا کی قدرت کے بعض راز ابھی تک انسانی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، خدا انہیں بتدریج مستقبل میں ظاہر کرے گا، ممکنات یعنی موجودات اس کی صفتِ تخلیق کے ساز میں زیر و بم کی مانند ہیں۔

بعض موجودات سازِ ازل کی بلند آواز ہیں اور بعض مخلوقات اس سازِ ازلی کی نرم آواز کا درجہ رکھتی ہیں، خالقِ کائنات دن اور رات کی شکل میں اپنی ممکن الوجود مخلوقات کا ظہور کرتے رہتے ہیں، یہ کائنات کوئی تکمیل یافتہ شے نہیں بلکہ یہ ارتقائی صورت میں اپنی خاص منزل کی طرف رواں دواں ہے، بقول اقبال

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

تجھ کو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلہ روز و شب صیرفی کائنات

الفاظ: پرکھنا: کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنا، جانچنا، امتحان کرنا۔ سلسلہ روز و شب: دن اور رات کا ایک دوسرے کے بعد لگاتار آنا، لیل و نہار کی گردش، روز و شب کا اختلاف۔ صیرفی کائنات: کائنات کا صراف، کائنات کی چیزوں کو جانچنے والا، صیرفی: صراف، کھرے اور کھوٹے سکوں کی پہچان کرنے والا۔

مطلب: اے مخاطب! زمانہ تجھ کو بھی پرکھتا ہے اور مجھے (زمانہ ہم سب کا امتحان

کر رہاہے کہ کون کھرااور کھوٹاہے)دن اور رات کا یہ سلسلہ در حقیقت کائنات کی تمام چیزوں کے لیے ایک صراف کا درجہ رکھتاہے۔

تشریح: شاعر مشرق نے اس شعر میں سلسلہ روز وشب کو کائناتی اشیاء کا صراف قرار دے کر ہمیں یہ بتایاہے کہ زمانہ ہم سب کی شخصیت کاامتحان کرتاہے،اس لحاظ سے یہ دنیاہمارے لیےامتحان گاہ ہے،جیساکہ انہوں نے اپنےان اشعار میں کہاتھا

قلزم ہستی ہے تو ابھراہے مانند حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی
خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو

(بانگ دراص۲۵۹)

زمانہ ہر لمحے ہمارے اعمال پر نظر رکھتا ہے،اس حیات چند روزہ میں ہر قدم پر ہماراامتحان ہوتارہتاہے،حادثات زمانہ اہل ہمت کے اندر جفاکشی اور عمل پرستی کے جذبات میں شدت پیدا کر دیتے ہیں،مگر پست ہمت اور کاہل انسان زمانے کے تھپڑ کھاکر ہمت ہار دیتے ہیں،بعدازاں وہ اپنی تقدیر کو کوسنے لگتے ہیں

شکوہ کرناہے تواپناکر مقدر کانہ کر

اس شعر کے مفہوم کو زیادہ تر واضح انداز میں سمجھنے کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ درج ذیل الفاظ پر غور وخوض کیا جائے۔

وقت کا پرکھنا کیاہے؟ اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری زندگی اور موت کاراز کافی حد تک وقت کے صحیح اور غلط استعمال پر منحصر ہے،انسانی زندگی کا خارجی پہلو زمان ومکان (Time and space)کی حدود کے اندر ظاہر ہوتاہے، مگر اس

کا باطنی پہلو زمان ومکان کی حدود سے بالاتر ہے،ایک زمان مسلسل Time serial ہے اور دوسرا زمان غیر مسلسل Non serial Timeزمان غیر مسلسل سے دن اور رات جنم لیتے ہیں اور یہ ہماری زندگی کے خارجی پہلو کا پیمانہ بن کر انہیں مہینوں اور سالوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

حقیقی زندگی ماضی،حال اور مستقبل کے عام پیمانے کی پابند نہیں ہوتی،اس کا تعلق زندگی کی مستقل اور پائیدار قدروں سے ہوتا ہے،بے مقصد اور خدائی اطاعت سے خالی زندگی عام حیوانی سطح کی زندگی ہوتی ہے، جس کی بنیاد کھانے پینے اور سود وزیاں کے عارضی تصورات پر ہوتی ہے۔

شاعر نے سلسلہ روز وشب کو کائنات کا صیرفی یعنی کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے والا کہا ہے،اس دنیا کی زندگی دراصل ایک بڑی آزمائش اور کٹھن امتحان کا درجہ رکھتی ہے،زمانہ ہماری قدر وقیمت اور ہماری شخصیت کی تعمیر وتخریب کا اندازہ لگاتا رہتا ہے کہ ہم کس حد تک حیات جاوداں کے مستحق بنے ہیں،اعلیٰ زندگی اور بقائے دوام کا پیمانہ یہ ہے۔

(الف) زندگی کی دائمی اقدار اور ابدی اصولوں کی نگہداشت۔(ب) حیات جاوداں کا حصول۔(ج) مقصد پرستی۔(د) اطاعت خداوندی۔(ہ) عشق رسول ﷺ
(د) نیابت الٰہی۔(ز) زمان ومکان کی تسخیر۔(ح) سعی پیہم اور عمل مسلسل
(ط) خودی کا استحکام

اب علامہ اقبال کے چند اشعار اور اقوال اس موضوع پر مزید روشنی ڈال سکیں گے،وہ معیاری زندگی کا ایک پہلو یہ بیان کرتے ہیں۔

تو اسے پیمانہ امروز وفردا سے نہ ناپ

جاوداں پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیاآپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے
سرآدم ہے، ضمیر کن فکاں ہے زندگی
یہ ہے مقصد گردش روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہوآشکار
توہے فاتح عالم خوب وزشت
تجھے کیابتاؤں تری سری نوشت
مرد بے حوصلہ کرتاہے زمانے کاگلہ
بندہ حر کے لیے نشتر تقدیر ہے نوش
اگرامروز توتصویر دوش است
بخاک توشرارِ زندگی نیست



اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ

ارشاد فرمایا کہ یہاں فریاد سے پہلے بشنوید محذوف ہے یعنی اے خدا! اس شخص کی فریاد کو سن لیجیے جو اس وقت فریاد کر رہا ہے، میں کسی سے انصاف نہیں چاہتا مگر اس ذات سے جو انصاف عطا فرمانے والی ہے، یعنی اے داد خواہی کرنے والے! اپنے نفس ہی کے ظلم کی آپ سے داد خواہی کرتا ہوں اور آپ سے انصاف چاہتا ہوں اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ میں بخشش چاہتا ہوں اس ذات سے جس کو بخشش کرنا محبوب ہے۔

مولانا کی مراد یہ ہے کہ اے فریادیوں کی فریاد سننے والے! آپ سے فریاد ہے کہ آپ نے آیت فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا نازل فرما کر ہمیں دو قسم کا اختیار دیا ہے، تقویٰ کا بھی اور فسق و فجور کا بھی، جس سے ہم بہت بڑی آزمائش میں ہیں، فرشتے تو مجبورِ اِطاعت ہیں، وہ گناہ کر ہی نہیں سکتے، لیکن ہمارے اختیار کے درخت میں دو شاخیں ہیں، ایک شاخ اِطاعت کی ہے اور دوسری شاخ نافرمانی کی ہے کہ اگر چاہو تو تقویٰ کا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا میٹھا پھل حاصل کر لو اور اگر چاہو تو گناہ کر کے اللہ کے

غضب کا کڑوا پھل لے لو، یعنی ہمیں اختیار ہے کہ چاہو تو اللہ کے فرماں بردار بن کر ولی اللہ اور رشک بایزید بن جاؤ اور چاہو تو نافرمانی کر کے ننگ ابلیس اور ننگ یزید بن جاؤ۔

اے خدا! فریاد ہے کہ اختیار خیر وشر کی کشمکش سے ہم سخت آزمائش میں ہیں کیونکہ ہمارا نفس بہت نالائق ہے جس سے ہمیں سخت خطرہ ہے کہ آپ کے دیے ہوئے اختیار کو غلط استعمال کر جائے گا یعنی اِطاعت وفرماں برداری کی شاخ پر بیٹھنے کے بجائے فسق ونافرمانی کی شاخ پر بیٹھ جائے گا کیونکہ اس کی فطرت آپ نے بیان فرمادی کہ لَاَمّارَۃٌ بالسوء ہے لہذا اندیشہ ہے کہ نیکی اور بدی کے اختیار میں اپنی فطرت کے سبب یہ بدی کو ہی اختیار کرے گا، لہذا اپنے اس ظالم نفس کے خلاف آپ کی عدالت عالیہ میں فریاد داخل کر رہا ہوں کہ اس نفس نالائق کو آپ مجھ پر اختیار نہ دیجیے، اس کے اختیار سے مجھ کو خرید لیجیے اور اپنے خاص کرم اور خاص توفیق سے مجھے نیک کاموں پر مضطر کر دیجیے۔

دراصل مولانا کا یہ شعر مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہے اور اس حدیث پاک کی شرح ہے

یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ برَحمَتِک اَستَغِیثُ اَصلِح لِی شَانی کُلَّہ وَلَاتَکِلنی اِلَی نَفسِی طَرفَۃَ عَین

جب دشمن ستاتا ہے تو مظلوم سرکار کی عدالتِ عالیہ میں استغاثہ دائر کرتا ہے اور وہ مدعی کہلاتا ہے اور جس کے خلاف استغاثہ دائر ہوتا ہے اس کو مدعیٰ علیہ کہتے ہیں اور فریاد کے مضمون کو استغاثہ کہتے ہیں۔

اس دعا میں حضور ﷺ نے اپنی امت کو سکھادیا کہ جب تمہیں کوئی ستائے خواہ وہ تمہارا داخلی دشمن نفس ہو یا خارجی دشمن شیطان یا انسان ہو تو تم حی وقیوم کی سرکارِ عالیہ میں اپنا استغاثہ فریاد داخل کر دو، کیونکہ یہ وہ سرکارِ عالیہ ہے جس کی

کائنات میں کوئی مثال نہیں، حق تعالٰی کی ذات حی ہے،اَی اَزَلاً اَبداًوَحَیَاۃً کُل شَئِ بِہٖ مُؤَبَّداً یعنی اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسی سے ہر شے کی حیات قائم ہے اور اللہ قیوم بھی ہے یعنی قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَیُقَوِّمُ غَیرَہٗ بِقُدرَتِہِ القَاھِرَۃِ یعنی جو اپنی ذات سے قائم ہے اور دوسروں کو اپنی صفت قیومیت سے سنبھالے ہوئے ہے یہ معنٰی ہیں حی و قیوم کے۔

اور جس عدالت میں یہ استغاثہ دائر کیا جارہا ہے وہ حق تعالٰی کی رحمت کی عدالت ہے بِرَحمَتِکَ اَستَغِیثُ حضور ﷺ بارگاہ کبریا میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کی رحمت کی عدالت میں اپنی فریاد داخل کرتا ہوں اور مضمون استغاثہ ہے

اَصلِح لِی شَانِی کُلَّہٗ وَلَاتَکِلنِی اِلَیٰ نَفسِی طَرفَۃَ عَین

جس میں فریاد کا ایک مثبت اور ایک منفی مضمون ہے یعنی اللہ تعالٰی سے ہر حالت کی اصلاح کی مثبت فریاد ہے اور نفس کے حوالے نہ کرنے کی منفی فریاد ہے اور دنیوی عدالتوں میں جب مظلوم فریاد کرتا ہے تو مضمون استغاثہ طویل ہو جاتا ہے اور پھر بھی کثرت الفاظ میں مفہوم قلیل ہوتا ہے لیکن کلام نبوت کا اعجاز ہے کہ دو مختصر جملوں میں آپ ﷺ نے دونوں جہاں کی حاجتیں پیش فرمادیں کیونکہ آپ جوامع الکلم یعنی کلمات جامعہ سے نوازے گئے تھے، جوامع الکلم کے معنٰی ہیں کہ قلیل الفاظ میں کثیر معانی پنہاں ہوتے ہیں۔

فریاد کا مثبت مضمون اصلح لی شانی کلہ ہے یعنی میری ہر حالت کو درست فرمادیجیے، خواہ وہ حالت دنیا کی ہو یا آخرت کی، مثلاً اگر کوئی دشمن ستارہا ہے تو اس کی ایذار سانیوں سے نجات دے دیجیے، کوئی جسمانی خطرناک مرض پیدا ہورہا ہے تو اس کو شفاعطا فرمادیجیے، اسی طرح آخرت کے کاموں میں غفلت ہورہی ہو، نماز روزہ میں سستی ہورہی ہو تو اس کو دور فرمادیجیے۔

گالم گلوچ سیاست

وجاہت مسعود کالم نگار روزنامہ جنگ

ہمارے سیاسی مکالمے میں گالی نے دخل پالیا ہے، ایک صوبائی وزیر نے ٹیلی وژن پر کیمروں کی موجودگی میں میزبان کو ٹکسالی گالی دی۔ ایک مذہبی رہنما نے اپنی سیاسی مہم جوئی کو ایک ایسی گالی کا عنوان دیا کہ حضرت کی ذاتِ اقدس اور ایک غیر فصیح ترکیب یک جان دو قالب ہو گئے، ایک آن لائن عالم کی آف کیمرہ خوش بیانی اجتماعی حافظے میں محفوظ ہو گئی۔

ایک دفاعی تجزیہ کار نے خواتین شرکائے مجلس کے ساتھ بدزبانی میں نام پایا ہے، ایک مذہبی سیاسی رہنما نے شریکِ گفتگو خاتون کو ایسی عریاں دھمکی دی کہ اس پر فوجداری ہو سکتی تھی، حکمران جماعت کے ایک اتحادی رہنما کی بیہودہ گوئی آدھی قوم کے ٹیلی فون پر موجود ہے، متعدد سیاسی رہنما برہنہ گفتاری کی شہرت رکھتے ہیں، ایک وفاقی وزیر سرکاری اہل کاروں سے لام کاف کی شہرت رکھتے ہیں، حزبِ اختلاف کے ایک اجلاس میں سیاسی حریف کے اہلِ خانہ کے بارے میں گل افشانی دیکھی جا سکتی ہے

ایک رائے یہ ہے کہ سوشل میڈیا پر اپنی شناخت کو مخفی رکھنا ممکن ہوتا ہے چنانچہ ہمارے اندر کی فحاشی منظر عام پر آ گئی ہے۔ قوم کی نوجوان اکثریت کا طرزِ کلام عام حالات میں ناقابلِ اشاعت قرار پاتا لیکن سوشل میڈیا نے لکھنے اور پڑھنے والے میں صحافتی نگرانی کا حجاب اٹھا دیا ہے۔ چنانچہ لکھنے والے کی ہر ناشائستہ رائے عریاں ملفوظات کی صورت براہ راست ہدف تک پہنچتی ہے۔

اگلے روز برادر محترم اظہار الحق شکوہ کناں تھے کہ ان کے کالم پر ناقابل برداشت تبصرے کئے جاتے ہیں، ان کی تالیف قلبی کی کمزور سی کوشش کر رہا تھا کہ ایک محترم خاتون استاد نے گلہ کیا کہ ان کی تحریر پر ایسے نازیبا تبصرے کئے جاتے ہیں کہ انہیں اپنے طالب علموں سے سخت شرمندگی ہوتی ہے۔ استاد مذکورہ ایسی شائستہ طبع واقع ہوئی ہیں کہ ان سے معذرت کرتے ہوئے بھی گہری خجالت کا احساس ہوا۔

مہذب معاشرے میں نجی مجلس کی لغت اور عوامی اظہار کی حدود طے ہوتی ہیں، ہمارے ہاں بد کلامی کا جو طوفان اٹھا ہے، اس کے لئے محض نئی ٹیکنالوجی کو مورد الزام ٹھہرانا درست نہیں، اقدار کا انحطاط ٹیکنالوجی کا محتاج نہیں۔ ہماری سیاست میں ناشائستگی کی تاریخ پرانی ہے۔

1946 کی انتخابی مہم میں مسلم لیگ کے پر جوش نوجوان کارکنوں نے بے لگام طرز کلام اپنایا، مجلس احرار کی شہرہ آفاق خطابت کی کشش میں ناشائستہ اشاروں کا بھی وافر حصہ تھا، ہماری پارلیمانی تاریخ کے آغاز ہی میں طرز گفتار کا معیار گر گیا تھا، فاطمہ جناح کے خلاف انتخابی مہم میں فوجی آمر اور اس کے حواریوں نے بدزبانی کا کوئی پردہ سلامت نہیں رہنے دیا، بھٹو صاحب پرستار ان کی شوخ بیانی کے مداح تھے لیکن یہ سیاسی مکالمے کا اعلیٰ معیار نہیں تھا۔

جنرل ضیاء الحق تو کابینہ کے اجلاس سے پریس کانفرنس تک ننگ گفتار تھے، محترمہ بے نظیر بھٹو سے مریم نواز تک کون سی خاتون سیاست دان ہماری لفظی جارحیت سے محفوظ رہی، شیخ رشید صاحب کی بدزبانی سے نالاں حریف کچھ برس پہلے تک شیخ صاحب کی رنگین گفتاری سے لطف اٹھایا کرتے تھے، زبان و بیان کی گراوٹ کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو ہمارا تاریخی المیہ ہے اور دوسرے قوم کے اس نوجوان طبقے کی صورتحال توجہ کی محتاج ہے جس نے گزشتہ تیس برس میں جنم لیا ہے۔

گالی بنیادی انسانی احترام سے انکار کا اعلان ہے، گالی حریف کی تذلیل اور دھمکی کا ایسا امتزاج ہے جس سے معاشرے میں تشدد کا اصول جواز پاتا ہے، تہذیب دلیل کا تقاضا کرتی ہے لیکن جنگل میں تشدد کا اصول چلتا ہے، تشدد کی دھمکی بذات خود تشدد ہے۔

تشدد کی بدترین صورت آمریت کی حکمرانی ہے، آمر طاقت کے بل پر قوم کے حقوق، وسائل اور امکانات پر قبضہ کر کے پوری قوم کی توہین کرتا ہے، یہ توہین قوم کے رگ وپے میں اتر جاتی ہے۔

آمر کے مددگار اتحادی قوم کی توہین میں شریکِ جرم ہوتے ہیں، قوم دو دھڑوں میں بٹ جاتی ہے، طاقت کے بل پر قوم کی توہین کرنے والوں کی اقلیت اور توہین کا عذاب سہنے والی اکثریت، آمریت اجتماعی مکالمے کی دستوری اور تہذیبی حدود کو ملیامیٹ کر دیتی ہے۔

جمہوریت میں اختلافِ رائے سے باہمی احترام ختم نہیں ہوتا، آمریت کی قطعیت میں دلیل ختم ہو جاتی ہے، گالی باقی رہ جاتی ہے، ایک گالی طاقتور کی دھمکی ہوتی ہے اور ایک گالی مقہور عوام کا اظہارِ بے بسی، ہم نے آمریت بھی دیکھی اور آمرانہ طرزِ فکر کا طوق بھی پہنے رکھا، ہماری ثقافت میں گالی کے ظہور پر تعجب کیسا؟

دیکھیے، ہم نے اپنے نوجوانوں کی تعلیمی اور ذہنی تربیت میں کیا بارودی سرنگیں بچھائیں، ہمارے تعلیمی اداروں میں مدت سے جغرافیہ نہیں پڑھایا جاتا، جغرافیہ محض نقشے کا بیان نہیں بلکہ حجم اور فاصلے کے ناقابل تردید حقائق سمجھاتا ہے، ہم نے مفروضہ نظریاتی تقاضوں کے تحت تاریخ کو مسخ کر ڈالا، تاریخ محض تقویم نہیں، واقعات کی ترتیب بذات خود تاریخ کی درست تفہیم کا حصہ ہے، تاریخ سے بے خبری تعصب کو جنم دیتی ہے۔

تعصب گالی کو مہمیز کرتا ہے، ہم نے فلسفے کو بے کار جان کر درسگاہ سے خارج کر دیا، اس سے نوجوان ذہن غیر منطقی ہو گئے، ہمارے اسکولوں میں ریاضی کبھی پڑھائی ہی نہیں گئی، ریاضی کے نام پر سوالات کی بے معنی اور غیر تخلیقی مشق کروائی جاتی ہے، نتیجہ یہ کہ ہم اعداد و شمار کی درستی کو قابل توجہ نہیں سمجھتے۔ 300ارب ڈالر کی معیشت میں 200ارب ڈالر کی کرپشن پر یقین کر لیتے ہیں۔

ملین اور بلین کے فرق کو درخور اعتنا نہیں جانتے، ہم نے نوجوان نسل کو شعورِ تناسب سے محروم کر دیا، ایک تیسرا زاویہ یہ کہ ہم نے صنفی مساوات کو مغرب کی اختراع قرار دے کر مطعون کیا، صنفی امتیاز بنیادی طور پر عورت اور مرد کا عضویاتی فرق ہے، اس فرق کی بنا پر اونچ نیچ روا رکھنے والے انسانی جسم اور اس کے متعلقات کا احترام نہیں کر سکتے۔

ہم نے دلیل اور گالی کے درمیان غلط قومی ترجیحات کی ایسی دھند پیدا کر دی ہے جس سے دلیل کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے، گالی کی للکار مسلسل سنائی دیتی ہے۔

ادارۂ آبِ حیات ٹرسٹ لاہور